اِنسانِ کامِل

مُؤلّفہ

فاضلِ بے بدل جناب میر محمد اسحاق صاحبؓ دہلوی

جسے

جماعت احمدیّہ کینیڈا

نے

شایع کیا

پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹ تعداد ـ

دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۹۵۲ تعداد ـ

تیسرا ایڈیشن سنہ ۱۹۸۹ تعداد ۱۰۰۰

ناشر شعبہ نشر و اشاعت.
جماعت احمدیہ کینیڈا

کاتب. ناصر احمد وڑائچ

Printed at the Fazl-i-Umar Press, P.O. Box 338, ATHENS, OH 45701

انڈیکس مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دُنیا کیلئے کامل نمونہ

اِنسان نمونہ کا محتاج ہے

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اور بغیر نمونہ کے کوئی کام بھی انسان نہیں کر سکتا۔ اس کی بولی نمونہ چاہتی ہے اس کا لباس نمونہ چاہتا ہے۔ اس کی طرز و بود باش نمونہ کی مقتضی ہے۔ غرض انسان اپنی ہر حرکت وسکون میں کسی کو نمونہ بنانے کے بغیر کبھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور جس طرح ہر فرد ایک نمونہ کا محتاج ہے اسی طرح جب تک دنیا کی قومیں آپس میں ملی نہ تھیں تو ہر قوم کو اپنے لئے ایک نمونہ کی ضرورت تھی۔ اور آج جب کہ مغربی ایجادات کی وجہ سے ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک برادری کے حکم میں ہو گئی ہے تو ساری دنیا ایک نمونہ اور اسوہ کی شدید ترین محتاج ہے اور نمونہ وہی ہو سکتا ہے جو تمام امور میں کامل ہو۔ ورنہ اگر وہ کسی بات میں ناقص ہو گا تو لوگ اس کے نقش پر چل کر بجائے کامل ہونے کے ناقص اور بجائے اچھا بننے کے بُرے بن جائیں گے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ نمونہ اس کو بنایا جائے جو تمام اوصاف میں کامل اور تمام باتوں میں احسن اور تمام امور میں افضل ہو۔ جس کی ہر بات اچھی ہو۔ جس کا ہر فعل قابل تقلید ہو۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جس کی زندگی ہر طرح کے داغوں سے پاک اور ہر قسم کے دھبوں سے صاف ہو۔ کیوں کہ اگر خود اس کی زندگی پاک وصاف نہ ہو گی تو لوگ کس طرح اس پر اعتماد کر سکیں گے۔ غرض کامل نمونہ کے لئے دو امر ضروری ٹھہرے۔ ایک یہ کہ اس کی زندگی معصیت کے داغ سے مبّرا ہو۔ دوم یہ کہ اس کی زندگی کمالات اور

پسندیدہ امور سے بھری ہوئی ہو اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے افعال قابلِ تقلید مثال پیش کرتے ہوں۔

کامل نمونہ دنیا میں صرف ایک شخص ہے

اس قطعی اور یقینی تمہید کے بعد ہم تمام دنیا میں یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے بہت غور و فکر اور تلاش و جستجو کے بعد ایک ایسا شخص تلاش کر لیا ہے۔ جسے بغیر کسی شک و شبہ کے اور بغیر کسی ادنےٰ تامل و تشویش کے تمام دنیا کے لئے کامل نمونہ اور مکمل اسوہ کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ اور وہ شخص وہ ہے جس کے متعلق ہم نہیں بلکہ ہمارا خدا ہمیں کہتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ یعنی اب دنیا کے لوگوں کے لئے اگر کوئی کامل نمونہ ہو سکتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود اور آپ کی ذات بابرکات ہے۔ اور چونکہ کامل نمونہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام معائب سے پاک ہو۔ اس لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ یعنی اے نبی تو تمام دنیا میں اعلان کر دے۔ کہ نبوت و رسالت سے قبل کی زندگی بھی تمام معائب اور معاصی سے پاک و مبرا ہے۔ کوئی ہے جو میری زندگی میں کوئی نقطہ چینی کر سکے؟ اور چونکہ کامل نمونہ کے لئے علاوہ معائب سے پاک ہونے کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تمام اوصافِ کاملہ کا جامع ہو۔ اس لئے فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی تمام تعلقاتِ انسانی جو دوستوں، دشمنوں، دور و نزدیک کے رشتہ داروں۔ بیوی۔ بچوں۔ اپنوں۔ بیگانوں اور ناواقفوں پر مشتمل ہیں۔ اور تمام وہ فرائض جو ایک انسان کے ذمہ ہوتے ہیں ان سب میں حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ ہے۔

کامل نمونہ کی شناخت کا عقلی معیار

قرآن مجید کے اس دعویٰ کو غیر مذاہب والے بغیر دلیل کے کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ عیسائی مسیح کو۔ آریہ چار رشیوں کو دنیا کے لئے کامل نمونہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ واقعہ میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص ہر قوم اور ہر ملک کے لئے نمونہ ہیں۔ اور میں نے چونکہ یہی ثابت کرنے کے لئے اس مضمون کو شروع کیا ہے اس لئے میں کامل نمونہ کی پہچان کا ایک عقلی معیار پیش کرتا ہوں۔ جس پر جو شخص بھی پرکھا جا کر پورا اترے گا۔

وہی ساری دنیا کے لئے کامل نمونہ ہوگا اور وہ معیار یہ ہے کہ چونکہ کامل نمونہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو دنیا کے ہر شخص کے لئے نمونہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس پر تمام وہ حالات بھی آویں جو دنیا میں لوگوں پر آتے ہیں۔ اور کوئی حالت جو دنیا میں کسی شخص پر آتی ہے اس سے وہ شخص خالی نہ ہو۔ کیوں کہ اگر وہ دنیا کے لوگوں کی کسی ایک حالت سے بھی خالی ہوگا تو وہ کم سے کم ان حالات والے شخص کے لئے نمونہ نہ ہوگا۔ اور اس طرح وہ کامل نمونہ نہ ہوسکے گا۔

اِنسانوں کے تمام حالات کا نقشہ

ذیل میں ہم ایک نقشہ بناتے ہیں کہ دنیا میں عموماً لوگوں پر کیا حالات آتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کہ دنیا کے کس پیشوا اور امام اور نبی پر وہ تمام حالات آئے ہیں۔ تاکہ ہم معلوم کرسکیں کہ وہ ہمارے لئے ہمارے تمام حالات میں نمونہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

۱۔ یتیمی
۲۔ والدین، چچا، دادا، یعنی بزرگوں کی خدمت کا موقع۔
۳۔ غریبی
۴۔ امیری
۵۔ محکومیت
۶۔ حکومت
۷۔ جنگ کرنا
۸۔ فتح پانا
۹۔ شکست کھانا
۱۰۔ لاکھوں کا ساتھ ہونا
۱۱۔ اکیلا ہونا
۱۲۔ غیر شادی شدہ ہونا
۱۳۔ شادی کرنا
۱۴۔ بیمار ہونا
۱۵۔ تندرست ہونا
۱۶۔ صاحب اولاد ہونا
۱۷۔ اولاد کا فوت ہونا
۱۸۔ دوستوں والا ہونا
۱۹۔ دشمنوں والا ہونا
۲۰۔ ملازمت کرنا
۲۱۔ تجارت یا کوئی اور کاروبار کرنا
۲۲۔ بیع و شراء، قرض، رہن وغیرہ معاملات کرنا
۲۳۔ معاہدات کرنا
۲۴۔ کس مپرس و گمنام ہونا
۲۵۔ مشہور ہونا
۲۶۔ بچپن
۲۷۔ جوانی

۲۸۔ ادھیڑ ہونا
۲۹۔ بڑھاپا
۳۰۔ قید ہونا اور دشمن کے پنجے میں گرفتار ہونا
۳۱۔ آزاد ہونا
۳۲۔ مظلوم ہونا
۳۳۔ ظلم کرنے کا موقع پانا
۳۴۔ زخمی ہونا
۳۵۔ قتل ہونا یا قتل ہونے لگنا
۳۶۔ فوت ہونا
۳۷۔ نوکروں چاکروں، لونڈی غلاموں والا ہونا
۳۸۔ کنبہ والا ہونا
۳۹۔ کسی کا ہمسایہ ہونا
۴۰۔ وطن سے بے وطن ہونا
۴۱۔ کسی یتیم یا بیوہ کا سرپرست ہونا
۴۲۔ متعدد شادیاں کرنا
۴۳۔ ایک بیوی کرنا

کامل نمونہ پر تمام حالات کا ورود ضروری ہے

ہم نے جہاں تک غور کیا ہے۔ ایک انسان پر اس کی زندگی میں جس قدر بھی مختلف اور متضاد حالات آسکتے ہیں وہ کم و بیش چالیس ۴۰ ہیں۔ اب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تمام دنیا کے لئے ان تمام حالات میں کون نمونہ ہو سکتا ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ دنیا کے پیش کردہ پیشواؤں میں سے کسی پر یہ حالات آئے ہیں۔ یہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ وہ ان حالات میں ہمارے لئے اچھا نمونہ بن بھی سکتا ہے یا نہیں۔ پہلے صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا مذہبی لیڈروں، قوموں کے اماموں اور پیشواؤں پر یہ حالات کثیرہ مختلفہ وارد بھی ہوئے یا نہیں۔ مثلاً اگر عیسائیوں کے مذہب کے بانی پر یہ حالات ہی نہیں آئے تو وہ ان حالات میں ہمارے لئے کس طرح نمونہ بن سکتا ہے؟ یا مسلمانوں کا پیشوا ان حالات ہی میں سے نہیں گزرا تو مسلمان کس منہ سے دنیا کو کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی اور رسول کے جھنڈے کے نیچے آؤ۔ وہ تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔ اس لئے سب سے اوّل ہم صرف یہ دیکھیں گے کہ دنیا کی قوموں اور مشہور مذہبوں کے پیشواؤں پر یہ حالات سب کے سب آئے ہیں یا نہیں۔ پھر جس پیشوا کے متعلق ثابت ہوگا کہ وہ ان تمام حالات میں سے نہیں گذرا اور بہت سے انسانی احوال اس پر وارد ہی نہیں ہوئے تو ہم اسے امتحانِ مقابلہ میں سے نکال دیں گے۔ اور جس کے متعلق یہ ثابت ہوگا

کہ اس پر یہ تمام حالات وارد ہوئے ہیں۔ اس کے متعلق ہم امکانی طور پر یہ فتویٰ لگا سکیں گے کہ اگر کوئی شخص کامل نمونہ بن سکتا ہے تو یہ شخص ہے کیونکہ کامل نمونہ وہی بن سکتا ہے جس پر تمام انسانی حالات آئیں اور پھر وہ سب میں قابلِ تقلید مثال پیش کر سکے۔ اس امکانی فتویٰ کے بعد ہم اس شخص کے حالات پر غور کر کے معلوم کریں گے کہ آیا جب اس پر یہ حالات مختلفہ اور احوال کثیرہ آئے تھے تو وہ ان سب میں کما حقہٗ اپنے فرائض بجا لا سکا تھا یا نہیں۔ اور ہر حالت میں اس نے وہی کچھ کیا تھا یا نہیں جو اسوقت کرنا مناسب اور عقلاً درست اور ضروری تھا۔

عقلی معیار پر رشیوں کی عدمِ مطابقت

اس معیار کے مطابق پہلے ہم وید کے چار رشیوں کو لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ سوائے اس کے کہ آریوں کا زبانی دعویٰ ہے کہ ابتداءِ عالم میں چار رشی۔ اگنی۔ وایو۔ ادتیہ اور انگرہ نامی آج سے ایک ارب بتیس کروڑ برس پہلے گذرے ہیں اور کوئی امر بھی وہ ان کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ سوائے اس کے کہ وہ بے ماں باپ تھے اور بس۔ نہ ان کی تاریخ محفوظ ہے۔ نہ ان کا شادی کرنا۔ صاحب اولاد ہونا۔ حاکم و محکوم ہونا۔ دوست دشمن رکھنا۔ جنگ کرنا۔ فتح و شکست پانا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان چالیس حالات میں سے کسی ایک حالت کا بھی وارد ہونا آریوں کے نزدیک بھی ثابت نہیں۔ اور اس امر کے وہ خود مقر ہیں کہ ان رشیوں کے حالات کا قطعاً کوئی علم نہیں۔ اس لئے ہم بڑے ادب سے ان چار رشیوں کو کہیں گے کہ آپ مقابلہ کے امتحان کے کمرہ سے باہر تشریف لے جائیں۔ کیوں کہ ہم اس کو اپنے لئے نمونہ بنا سکتے ہیں جس پر ہم انسانوں کے تمام حالات وارد ہوں۔ لیکن آپ کے متعلق قطعاً معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کیسے ہیں۔ کن اخلاق کے مالک ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

عقلی معیار پر مسیح کی عدمِ مطابقت

اس کے بعد ہم عیسائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ براہ مہربانی اپنے پیشوا اور خداوند کے حالات کی لسٹ پیش کریں۔ مگر افسوس کہ ہم اس لسٹ کو اکثر جگہ سے خالی پاتے ہیں اور جس نمبر کو دیکھتے ہیں۔ وہاں یا تو صفر لکھا ہوتا ہے یا عدمِ علم کا عذر کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ہم نے اس لسٹ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسیح غریب تو تھے مگر امیری کی حالت ان پر نہیں آئی۔ اس لئے ایک امیر اپنی زندگی میں اپنی امارت کے لئے مسیح کے حالات کو کس طرح نمونہ بنا سکتا ہے؟ اسی طرح مسیح رومیوں کے محکوم تو تھے مگر خود کبھی حاکم اور بادشاہ

نہ ہوئے۔ اس لئے ایک بادشاہ جو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی بادشاہت میں کسی کامل بادشاہ کو نمونہ بناؤں وہ کس طرح حضرت مسیح کو نمونہ بنا سکتا ہے۔ اسی طرح مسیح نے نہ کسی قوم سے جنگ کی۔ نہ فتح ہوئی۔ نہ شکست کا موقعہ ملا۔ کہ ایک جنگجو ایک فاتح یا ایک شکست خوردہ آپ کو نمونہ بنا سکے۔ پھر مسیح کنوارے رہے اور بیشک آپ تمام دنیا کے کنواروں کے لئے نمونہ ہیں۔ کیونکہ مسیح باوجود کنورا ہونے کے ساری عمر نہایت عفیف اور پاک دامن رہے۔ اس لئے کنوارے آپ کو نمونہ پکڑ سکتے ہیں۔ اور کنوارہ رہ کر آپ کی پاکدامنی کا نمونہ اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسیح نے شادی نہیں کی۔ اس لئے شادی شدہ لوگوں کیلئے آپ نمونہ نہیں بن سکتے۔ پھر چونکہ مسیح نے شادی نہیں کی۔ اس لئے آپ صاحبِ اولاد بھی نہیں تھے۔ اس لئے صاحبِ اولاد لوگ اپنی اولاد کی تربیت میں آپکو نمونہ نہیں بنا سکتے۔ پھر جب آپ صاحبِ اولاد نہ تھے تو آپ کی اولاد فوت بھی نہیں ہوئی اس لئے کس طرح وہ شخص جس کی اولاد فوت ہو۔ جس کا جگر کا ٹکڑا اس سے جدا کیا جائے۔ موت جس کے لعل کو اس سے چھین کر لے جائے۔ مسیح کو صبرِ جمیل کا نمونہ بنا سکتا ہے؟ دیکھو ایک شخص بوڑھا ہے اس کی اولاد فوت ہو رہی ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے پے در پے مرتے جاتے ہیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر ہو رہی ہے۔ وہ طبعاً چاہتا ہے کہ مجھے اس وقت کوئی رہبر ملے جو مجھے بتائے کہ اس پل صراط سے کس طرح گذرنا چاہیئے۔ وہ آواز دے کر کہتا ہے خداوند مسیح میرا ہاتھ پکڑیئے اور مجھے فرمائیے کہ اب میں کیا کروں۔ میری یہ تلخ زندگی کس طرح بسر ہو۔ مجھے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ مسیح اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے۔ مگر دور ہی سے اتنا فرما دیتے ہیں۔ کہ بھائی صبر کرو۔ وہ کہتا ہے کہ کس طرح صبر کروں؟ موت نے تو ہاتھ ڈال کر میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ میرے نورِ چشم میری آنکھوں کے سامنے پیوندِ زمین ہو گئے ہیں۔ چلتے پھرتے جوان بیٹے بیٹیاں ملک الموت مجھ سے چھین کر لے گیا ہے۔ میرا روشن گھر اندھیرا ہو گیا ہے۔ مجھے کسی وقت چین نہیں۔ کیا تجھے اے خداوند ایسی مصیبت آئی کہ میں تیرے حالات پر غور کر کے تسلی پا سکوں؟ تو مسیح صاف کہتے ہیں کہ بھائی بیشک مجھے یہ مصیبت دنیا میں نہیں پہنچی۔ مجھے معلوم ہی نہیں کہ اولاد کیا ہوتی ہے اور اس کی محبت کیا ہوتی ہے، اور پھر جدائی کا صدمہ کیا ہوتا ہے؟ میں تو اس مصیبت سے ناآشنا ہوں۔ وہ مصیبت زدہ کہے گا۔ کہ حضور پھر میں آپ کو دیکھ کر کس طرح تسلی پا سکتا ہوں؟ اسی طرح مسیح نے کوئی کاروبار نہیں کیا۔ نہ تجارت کی، نہ ملازمت کی نہ بیع و شراء اور رہن وغیرہ معاملات میں پڑے۔ تو کس طرح آپ تاجروں ملازموں، کاروباری لوگوں یا خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں؟ پس مسیح دنیا کے کروڑوں تاجروں، لاکھوں کاروباری لوگوں، لاکھوں ملازموں اور اربوں روزانہ خرید و فروخت

کرنے والوں کے لئے کیا نمونہ پیش کر سکتے ہیں؟ وہ تو ایک درویش تھے۔ ہاں درویشوں اور خانقاہوں کے متوکلوں کے لئے بیشک آپ نمونہ ہیں۔ اسی طرح آپ مظلوم تھے، آپ قید ہوئے۔ آپ قتل کئے گئے یا قتل کے قریب ہوئے اور ان تمام امور میں آپ نے اچھا نمونہ دکھایا، صبر کیا، جوانمردی اختیار کی، سب کچھ کیا اور مظلوموں، قیدیوں کے لئے بیشک آپ نمونہ ہیں۔ مگر اس کے برعکس آپ کو موقعہ نہیں ملا۔ کہ آپ کے دشمن آپ کے قابو میں ہوتے تاکہ ہم ان لوگوں کے لئے آپ کو نمونہ کہہ سکیں جن کو دشمن پر غلبہ پانے کا موقع ملتا ہے۔ مگر وہ عفو سے کام لیتے ہیں۔ انتقام کی گنجائش ہے مگر وہ درگذر کرتے ہیں۔ وہ ظلم کر سکتے ہیں مگر وہ رحم اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح مسیح ان لوگوں کے لئے بھی نمونہ نہیں۔ جن کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ کہ عدل کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اور باوجود ایک بیوی سے زیادہ محبت ہونے کے پھر کمال عدل کیوں کر ممکن ہے؟ اسی طرح حضرت مسیح نے کوئی نوکر نہیں رکھا۔ نہ آپ کا کوئی غلام تھا نہ آپ کی کوئی لونڈی تھی کہ وہ لوگ آپ کو نمونہ پکڑ سکیں۔ جنہیں خدا نے ہزاروں نوکر دیئے۔ آگے پیچھے پھرنے کیلئے لونڈی اور غلام دیئے اور خدمت کے لئے ہزاروں ملازم ان کے سپرد کر دیئے۔ اسی طرح مسیح پر بقول عیسائیوں کے بڑھاپا نہیں آیا۔ کہ بوڑھے لوگ کمزور لوگ مسیح کا نمونہ اختیار کریں۔ پھر انجیل میں مسیح کی کسی بیماری کا حال نہیں لکھا کہ بیمار لوگ اپنے اخلاق میں مسیح کو نمونہ بنا سکیں۔ پھر نہ مسیح ہمسایہ رکھتے تھے۔ نہ کوئی یتیم یا بیوہ ان کی سرپرستی میں تھی۔ اسلئے مسیح کی زندگی کا مطالعہ کر کے ایک شخص کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ مجھے ہمسائیوں سے کس طرح سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور یتیم اور بیوہ کی کس طرح سرپرستی کرنا چاہیئے۔ غرض ان چالیس امور میں سے صرف پانچ چھ باتوں میں حضرت مسیحؑ نمونہ بن سکتے ہیں۔ باقی تمام حالات میں ہمارے لئے مسیح قطعاً نمونہ نہیں۔ اس لئے ہم بڑے ادب سے عیسائی صاحبان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ بیشک کسی زمانہ میں یہودیوں کی ایک محدود قوم میں مبعوث ہو کر ایک عظیم الشان ساری دنیا کی طرف آنے والے پیغمبر کی شہادت دینے کیلئے تو مسیح آئے ہوں گے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکی ہے اور انسانی زندگی میں چالیس کے قریب مختلف اور متضاد حالات گذرتے ہیں۔ چونکہ مسیح ان تمام حالات میں دنیا کیلئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ اس لئے براہ مہربانی آج سے مسیح کو تمام دنیا کے لئے کامل رہبر اور کامل نمونہ کے طور پر پیش نہ کیا کریں ÷

عقلی معیار پر آنحضرت صلعم کی کلّی مطابقت

اس کے بعد ہم مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ اپنے پیشوا اور نبی کے حالات اور کارناموں کی فہرست پیش کرو۔ وہ ایک ضخیم جلد ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جب ہم اس کو کھول کر دیکھتے ہیں تو خدا کی قسم بغیر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس کا ہر صفحہ سنہری حروف میں لکھا ہوا پاتا ہوں۔ اس کی فہرست میں کسی جگہ صفر نہیں۔ اور اس کے کسی نمبر میں عدم علم کا عذر نہیں۔ بلکہ اس میں ایسی ایسی عجیب باتیں اور ایسے ایسے عظیم الشان کارنامے لکھے ہوئے ہیں کہ جن کی فہرست ہی نہیں بن سکتی اور جو کسی شمار کی حد میں نہیں آ سکتے۔ اور پھر پوچھو تو تمام کارنامے ۶۳ سال میں نہیں بلکہ ۲۳ سال میں نہیں بلکہ صرف مدنی زندگی کے دس سال میں دکھائے گئے تھے۔ کتاب کو دیکھتا ہوں تو یقین نہیں آتا کہ ایک شخص وہ بھی اُمّی وہ بھی غریب وہ بھی یتیم پھر وہ بھی کہ ساری قوم اس کو چھوڑ چکی ہے اور خود اس کو گھر سے بھاگ کر غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ وہ یہ کارنامے دکھاتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کتاب پھینک کر انکار کر دوں اور کہہ دوں کہ یہ تو ایک ناول ہے۔ مگر کیا کروں واقعات کو کون رد کر سکتا ہے۔ دوست بھی مانتے ہیں دشمن بھی اقرار کرتے ہیں، تاریخ بھی تسلیم کرتی ہے، دنیا کا جغرافیہ اور براعظموں کی پولٹیکل تبدیلی سلطنتوں کا عروج و زوال، یورپ کے پادری، ہندوستان کے آریہ، حتّیٰ کہ سوامی دیانند تک اقرار کرتے ہیں۔ تو میں آنکھوں پر پٹّی کیسے باندھ سکتا ہوں؟ آخر مجبور ہو کر ماننا ہوں۔ اور ماننا پڑتا ہے اور بغیر ماننے کے چارہ ہی نہیں۔ میں تو بینا ہوں۔ سورج تو اندھے کو بھی اپنا وجود منوا لیتا ہے۔

یتیموں کیلئے کامل نمونہ

اس لئے اب میں کتاب کو کھولتا ہوں۔ وہاں سب سے پہلے لکھا ہوا ہے، کہ حمل کے چھٹے مہینے والد فوت ہو گیا۔ پڑھتے ہی عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے اور خوشی میں اٹھ کھڑا ہوتا ہوں اور کہتا ہوں آؤ! اے ایشیا و افریقہ و یورپ اور نئے براعظموں کے کروڑوں یتیم بچو! آؤ تمہارے سب غم دُور ہو گئے۔ سب مشکلات حل ہو گئیں۔ تمہاری کٹھن منزل نزدیک آ گئی۔ اے دُنیا کے یتیمو! تم نے تو کم و بیش اپنے باپ کی شکل دیکھی ہو گی اور پھر محروم ہوئے ہو گے۔ کوئی ایک سال کے بعد کوئی دو سال کے بعد کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، مگر دنیا کا سب سے بڑا یتیم، ہم مسلمانوں کا یتیم اعظم تو جب دنیا میں آیا۔

تو باپ کئی ماہ پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے تو ایک دن بھی بھی اپنے باپ کی محبت نہ پائی۔ اس ثمر نے تو ایک منٹ کے لئے بھی اپنا شجر نہ دیکھا۔ مگر کیا وہ والد سے محروم ہو کر بد اخلاق ہو گیا؟ یا کیا آوارہ ہو گیا؟ یا قوم کی نظروں میں گر گیا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ وہ تو ایسا شریف نکلا اور ایسا تربیت یافتہ ہوا کہ دادا اپنے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر پوتے سے، اور چچا اپنے حقیقی نورِ چشموں سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتا تھا۔ بلکہ تمام جوان بیٹے کنارہ پر بیٹھتے تھے، مگر وہ یتیم پوتا، ایسا شائستہ، ایسا خوبیوں والا۔ ایسی دلفریب عادات رکھنے والا نکلا کہ دادا کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا۔ پھر چچا کو دیکھو۔ شام کا سفر کرتا ہے۔ کون بیٹا ہے جو باپ کے ساتھ غیر ممالک کی سیر کرنا نہیں چاہتا۔ مگر چچا اگر کسی کو ساتھ لیتا ہے تو بھتیجے کو۔ یہ تھے اخلاق اس یتیم کے، یہ تھیں عادات اس بے باپ کے بچّے کی۔ پس اے یتیمو! اگر تمہارا باپ فوت ہو چکا ہے تو تم اس یتیمِ اعظم کے حالات پڑھو۔ پھر اس کی روش اختیار کرو۔ اور اس کے طریقہ پر چلو۔ اور ویسی سعادتمندی پیدا کرو اور پھر دیکھو سب تم سے باپ کی طرح محبت کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور خدا نے تم سے ایک جسمانی باپ لیا تھا اس کے عوض ساری دنیا کے شریف آدمی تمہارے روحانی باپ بننے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور وہی لوگ جو تمہیں پوچھتے نہیں، تمہیں اپنی مجلسوں میں بیٹھنے نہیں دیتے، تمہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمہاری سدھری ہوئی عادتیں دیکھ کر، تمہاری شرافت دیکھ کر، تم کو سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور سچ مچ تم اس کے مصداق ہو جاؤ گے کہ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ یعنی کیا تم یتیم نہ تھے۔ کیا تم کو لوگ اپنی مجلسوں سے نکال نہ دیتے تھے۔ کیا تم کو حقارت سے نہ دیکھتے تھے، پھر کیا تمہاری خوبیوں کی وجہ سے، تمہاری شرافتوں کو دیکھکر، تمہارے اوصاف کا مشاہدہ کر کے یہ نقشہ پلٹ نہیں گیا؟ کیا تم لوگوں میں معزز نہیں ہو گئے۔ کیا اب دنیا تمہاری قدر نہیں کرنے لگی؟ کیا تم باپ والوں سے بڑھ کر صاحبِ عظمت نہیں ہو گئے؟ ہو گئے اور ضرور ہو گئے اور یہ سب اس لئے ہوا کہ تم نے اپنی عادات کو درست رکھا۔ خوبیوں میں ترقی کی، لوگوں سے ادب سے پیش آئے۔ تو دنیا کہنے لگی۔ کہ کیسا شریف اور کیسا اچھا بچّہ ہے۔ پس دنیا کے یتیم بچّوں کو چاہیئے کہ اگر وہ قعرِ مذلّت سے نکلنا چاہتے ہیں اور یتیمی کے نقصان کو دور کرنا چاہتے ہیں تو یتیمِ اعظم کے نمونہ کو اختیار کریں۔

احادیث سے ثابت ہے اور تواریخ بھری پڑی ہیں ان واقعات سے، کہ حضورؐ یتیمی کے زمانے میں اور بچپن کے زمانے میں نہایت شرمیلے، پورے راستباز، نہایت کم گو، کامل متادّب، ماں، چچا اور

دادا اور بزرگوں کے کامل فرمانبردار تھے۔ آوارہ نہ پھرتے تھے۔ گالی گلوچ کی عادت نہ تھی۔ پس آپؐ دنیا کے ہر یتیم کے لئے نمونہ ہیں ؛

آنحضرتؐ والدین والے بچوں کیلئے کامل نمونہ

یہاں پر ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ حضورؐ یتیم تھے اس لئے دنیا کے تمام یتیموں کے لئے تو بے شک حضورؐ نمونہ بن سکتے ہیں۔ لیکن جو لڑکے یتیم نہیں بلکہ ان کے باپ زندہ ہیں اور وہ اپنے باپ کی خدمت اور فرمانبرداری اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے حضورؐ کس طرح نمونہ بن سکتے ہیں۔ کیوں کہ حضورؐ نے تو باپ کا زمانہ پایا ہی نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ ان بچوں کے لئے بھی ویسا ہی نمونہ ہیں جیساکہ حضورؐ یتیموں کے لئے۔ کیونکہ گو حضورؐ کے والد فوت ہو چکے تھے مگر باپ کی بجائے دادا اور چچا موجود تھے اور آپؐ نے ان کی ایسی فرمانبرداری اختیار کی تھی کہ کوئی شخص باپ کی بھی نہیں کر سکتا۔ پس ان بچوں کے لئے بھی آپؐ نمونہ ہیں جو یتیم نہیں۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے ان حالات کو پڑھ کر جن میں حضورؐ نے اپنے جدّ امجد اور عم معظّم کی کامل اور پوری اور قریباً ساری عمر خدمت کی ہے۔ آپؐ کو اپنے لئے نمونہ بنا سکتے ہیں۔ پس کیا عجیب اتفاق ہے کہ آپؐ کے والد فوت ہو جاتے ہیں۔ تاکہ آپؐ یتیموں کے لئے نمونہ ہوں اور دادا زندہ رہتے ہیں تاکہ آپؐ باپ والے بچوں کے لئے خدمت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن سکیں ؛

آنحضرتؐ غریبوں کیلئے کامل نمونہ

یہاں پر دل چاہتا ہے کہ حضورؐ کی یتیمی کے زمانہ کے حالات اور دادا اور چچا کی فرمانبرداری کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ مگر افسوس کہ گنجائش نہیں۔ مضمون حد سے بڑھ رہا ہے اس لئے مجبوراً اسے چھوڑ کر آگے بڑھتا ہوں۔ اور بجائے تفصیل اور کسی ترتیب کے کسی کسی جگہ سے حضورؐ کی کتاب حیات کے ورق گردانی کرتا ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ لکھا ہوا ہے کہ آپؐ غریب تھے۔ اور غریب بھی ایسے کہ جس کا کوئی گذارہ نہ ہو۔ دادا فوت ہو چکے ہیں۔ چچا گو نہایت معزز ہے۔ مگر جتنا معزز ہے۔ اتنا ہی غریب اور کثیر العیال بھی ہے۔ اپنا گذارہ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ہم غریبوں کی مشکل آسان ہوئی۔ اب ہم آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کر کے معلوم کریں گے، کہ غرباء کو کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور کس طرح غربت کی جلن، سوزش اور تکالیف کو برداشت یا مقابلہ کر کے

دور کرنا چاہیئے۔ سو بے شک ہم آپؐ کی زندگی کا وہ غربت سنہرے حروف میں اور جلی قلم سے لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور ہر غریب کیلئے اس میں کامل نمونہ اور بے نظیر اسوہ پاتے ہیں۔ سنو! دنیا میں بہت سے غریب بالخصوص خاندانی لوگ اس لئے غربت کا شکار ہیں کہ وہ محنت نہیں کرتے۔ انہیں اگر کوئی کام بھی ملتا ہے تو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں مر جائیں گے۔ مگر مزدوری نہ کریں گے۔ قومیں ترقی کر رہی ہیں، غریب امیر ہو رہے ہیں۔ صناع اور لیبر دنیا میں بادشاہ بن رہے ہیں۔ لیکن یہ اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ مگر کروڑوں کروڑ درود و سلام اس غریب پر کہ سب سے معزز اور خاندانی اور عبدالمطلب کا بیٹا ہو کر اس وقت جبکہ بادشاہ ہو گیا ہے۔ فخر محسوس کرتا ہے اور کہتا ہے۔ وَلَقَدْ رَعَيْتُ لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ ۔ کہ میں چند پیسوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ سبحان اللّٰہ العظیم۔ اور اپنی امت کو صاف اور معین الفاظ میں بار بار کہتا ہے کہ سب سے افضل کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی کا ہو اور فرماتا ہے کہ داؤد نبی بھی اپنے ہاتھ کی صنعت کی کمائی سے کھاتے تھے۔ پھر امت کو ڈرانے کے لئے کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ - الٰہی مجھے سستی سے نکما رہنے سے اور بیکار رہنے سے بچا۔ پھر اپنی امت کے ایک شخص کو بلا کر کہتا ہے کہ یہ کلہاڑی لے اور جنگل میں جا اور لکڑیاں کاٹ کر پیٹھ پر لاد کر شہر میں لا اور بیچ۔ اور دیکھ خبردار! کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ پھر بچپن میں بکریاں چرانے کے بعد حضورؐ ایک مالدار بیگم کے پاس جاتے ہیں۔ اور مرد ہو کر عورت کی اور معزز ہو کر اپنے سے کم درجہ کے خاندان کی عورت کی ملازمت اختیار کرتے ہیں اور دوسرے ممالک میں جا کر تجارت کرتے ہیں۔ اور اس طرح بکریاں چرانا۔ ملازم ہونا، تجارت کرنا۔ تینوں پیشے اختیار کر کے دنیا کے غریبوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دیکھو انسان کے لئے سوائے خدا کی نافرمانی کے اور کسی کام میں عیب نہیں۔ کاش! مسلمان غرباء اس نصیحت پر عمل کرتے۔ مگر افسوس کہ یورپ والوں نے عمل کیا۔ اور آج یورپ کے موچی، جلاہے، لُہار اور دوکاندار یہ چاروں گروہ تمام دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمان بھوکے مر رہے ہیں۔ اور اپنے نبیؐ کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ غربت کے نتیجہ میں کچھ عیب پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً سوال کرنا۔ چوری کرنا۔ حرص کرنا۔ خیانت کرنا۔ قرض لے کر ادا نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہمارا پیشوا باوجود غربت کے ان تمام نقائص سے پاک تھا۔ صاف لکھا ہے کہ رسول مقبول صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ بلکہ آپؐ نے سوال سے اپنے دوستوں کو اتنا منع کیا۔ کہ کسی صحابی کا کوڑا اگر جاتا۔ تو وہ خود گھوڑے سے اتر کر اٹھاتا۔ پاس والے سے نہ مانگتا۔ چوری اور خیانت اور حرص کا کیا کہنا۔ آپؐ تو بچپن سے

امین مشہور تھے۔ قرض لے کر ادا نہ کرنا تو کسطرح ممکن ہے؟ آپ تو قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ پس میرا ممدوح تمام دنیا کے غرباء کیلئے نمونہ ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے نمونہ پر چلے تو علاوہ اس کے کہ وہ غربت کے تمام عیبوں سے بچ جائیگا۔ وہ خدا کے فضل سے غریب بھی نہ رہے گا۔ اور سچ مچ خدا اسے مخاطب کر کے فرمائے گا۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى۔ یعنی ہم نے تجھے غریب پایا۔ پھر غنی کر دیا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ؎

آنحضرتؐ دولتمندوں کیلئے کامل نمونہ

اسی طرح حضورؐ ایک زمانہ میں دولتمند ہو گئے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید کہتا ہے۔ فَاَغْنٰى۔ یعنی تجھے ہم نے غنی کر دیا۔ پس آپ فورڈ اور امریکہ کے کروڑپتی تاجروں اور دنیا کے تمام دولتمندوں کیلئے نمونہ ہیں۔ آپؐ فتح مکہ کے بعد اتنے امیر ہو جاتے ہیں کہ ایک ایک دن میں ہزاروں غلام لونڈی آزاد کر دیتے ہیں کہ شہر کی گلیاں ان سے بھر جاتی ہیں۔ اونٹ اور مویشی دینے پر آتے ہیں تو ایک ایک شخص کو سو سو اونٹ بخش دیتے ہیں اور اتنا خرچ کرتے ہیں کہ مکہ کے تجربہ کار اور بوڑھے بوڑھے جہاندیدہ رئیس کہتے ہیں کہ محمدؐ تو اس طرح خرچ کرتا ہے کہ اسے خزانہ میں کمی کا ڈر ہی نہ ہو۔ پس تمام دولتمندوں کو چاہیئے کہ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ کریں اور آپؐ کے قدم بہ قدم چل کر دولت سے حقیقی فائدہ حاصل کریں۔ سنیئے! آپؐ بے شک دولتمند ہو گئے۔ مگر اپنی ذات پر اسے بے جا خرچ نہیں کیا۔ سادہ کپڑے، سادہ خوراک وہی سادہ زندگی جو غربت میں تھی وہی اب بھی ہے۔ بیویوں کو خیال ہوتا ہے کہ اب زیورات بننے شروع ہو جائیں گے۔ اور بجائے غرباء کو روپیہ دینے کے ہمارے مصرف میں آوے گا۔ اس لئے انہیں فرمایا جاتا ہے اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ یعنی زیورات پر روپیہ خرچ کرنا ہے تو پھر میری مصاحبت کی توقع نہ رکھنا۔ میرا تو یہ رنگ ہے کہ دولت خدا کی امانت ہے جیسے ملے وہ خود بھی بے شک کھائے۔ مگر اپنی قوم کے غریبوں پر بھی خرچ کرے۔ یتیموں کو دے۔ بیواؤں کی خبر گیری کرے۔ مساکین اور مقروضوں اور ڈگریوں کے نیچے دبے ہوؤں کی مدد کرے۔ بخاری میں لکھا ہے کہ جب آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے فراخی دی تو آپ اپنی ہر بیوی کو سال بھر کا خرچ پیشگی دے دیتے۔ پھر اپنے تمام مال کو غرباء اور باقی رشتہ داروں اور قومی ضروریات پر خرچ کرتے۔ وفات کے وقت فرمایا۔ مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ

وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ"۔ یعنی میری جائداد وارثوں میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ وقف ہوگی۔ میرے خلفاء کو چاہیئے کہ میری بیویوں کو سال بھر کا خرچ دے کر اور میری جائداد کے منتظموں کی تنخواہ ادا کر کے بقیہ روپیہ غرباء میں صدقہ دیدیا کریں۔ غرض ہمارا ممدوح کیسا عجیب عملی نمونہ دنیا کے دولتمندوں کے لئے چھوڑ گیا ہے کہ بیشک دولت سے فائدہ اٹھاؤ۔ خود کھاؤ۔ بیوی بچوں کو دو۔ مگر اپنی جائز ضروریات سے زائد خزانوں اور دفینوں کی صورت میں نہ رکھو۔ بلکہ اللہ کا مال اللہ کے غریب بندوں کو دیدو۔ قبر میں یہ مال ساتھ نہ جائے گا۔ کھاؤ اور کھلاؤ۔ پہنو اور پہناؤ۔ فائدہ اٹھاؤ اور فائدہ پہنچاؤ۔ اور علاوہ اس کے غرباء کی حقارت مت کرو۔ اسراف نہ کرو۔ اور امیر ہو کر غریبوں سے محبت و شفقت سے پیش آؤ۔ آج اگر دنیا کے سرمایہ پرست اس عملی نمونہ کو اسوہ بنالیں۔ تو پھر کسی بالشویزم کی ضرورت رہتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پھر آپؐ نے دنیا کے سامنے صرف اپنا نمونہ ہی پیش نہیں کیا۔ بلکہ اپنی امت کے لئے قانون بنادیا کہ ہر امیر اور دولتمند آدمی اپنی آمدنی کا چالیسواں یا بیسواں حصہ اپنی قوم کے غرباء کیلئے لازماً ادا کرے۔ اور اگر نہ دے۔ تو حکومت جبراً اس سے لے سکتی ہے۔

آنحضرتؐ محکوموں کے لئے کامل نمونہ

اس کے بعد ہم آپؐ کی کتابِ حیات کو سرسری طور پر دیکھتے ہوئے معلوم کرتے ہیں کہ آپؐ ۱۳ سال کا عرصہ محکوم رہے۔ اور محکوم بھی ظالموں بلکہ خونخوار درندوں کے ماتحت۔ مگر کبھی آپؐ نے بغاوت نہ کی۔ زیادہ ظلم دیکھا۔ تو ساتھیوں کو کہا۔ کہ یہاں سے خاموشی سے چلے جاؤ۔ اور جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا۔ جاؤ سمندروں کے پار عادل بادشاہوں کے سایہ کے نیچے رہو۔ اگر کسی نے تنگ آکر کہا۔ کہ حضورؐ ہمیں اپنے حاکموں سے لڑنے کی اجازت دی جائے تو فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ۔ یعنی نہیں نہیں اپنے ہاتھ روک لو۔ خبردار اپنے حاکموں سے مت لڑنا۔ پھر جب حاکموں کی سختی حد سے بڑھ گئی اور آپؐ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ تو آپؐ خاموشی سے اس حکومت کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر علم بغاوت بلند نہ کیا۔ کیا یہ صبر اور استقلال اور اس قدر بردباری اور اتنی امن پسندی دنیا میں کوئی اور نظیر بھی رکھتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس آپؐ تمام محکوموں اور رعایا کے لئے نمونہ ہیں ☆

آنحضرتؐ حاکموں اور بادشاہوں کیلئے کامل نمونہ ہیں

پھر آپؐ محکوم ہی نہ رہے۔ بلکہ ایک زمانہ وہ آیا کہ آپؐ خود بادشاہ ہوگئے اور خدا کے فضل سے ایسی بادشاہت کی۔ کہ ساری دنیا کے بادشاہ آپؐ کے نمونہ پر چل کر دین و دنیا کی برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپؐ بادشاہ ہیں۔ جس کو چاہیں پکڑیں جس کو چاہیں چھوڑیں۔ مگر عادل اتنے کہ ایک مجرم کو چھڑانے کیلئے آپؐ کے درباری، آپؐ کے مقرب، حتیٰ کہ آپؐ کا سب سے پیارا اسامہ سفارش کرتا ہے مگر آپؐ کہتے ہیں۔ کہ "اسامہ اَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللّٰہِ"۔ یعنی کیا جس مجرم کے متعلق خدا کا قانون سزا تجویز کرتا ہے۔ تو اس کے چھوڑنے کی سفارش کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔ "لَو سَرَقَتْ فَاطِمَۃُ لَقَطَعْتُ یَدَھَا" کہ یہ مجرم تو دوسرے میری برادری کا ہے۔ اگر میری لخت جگر فاطمہؓ چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کرتا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

پھر بادشاہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ لوگ ہماری خدمت کیلئے ہیں مگر آپؐ فرماتے ہیں۔ "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ"۔ یعنی جسے خدا بادشاہ یا سردار بنادے وہ سمجھے کہ آج سے مجھے تمام قوم کا خادم بنا دیا گیا ہے۔ حضورؐ خود اس قانون کا عملی نمونہ تھے۔ کبھی نہیں چاہا کہ لوگ آپؐ کی بڑائی کریں۔ ایک شخص رعب کی وجہ سے کانپتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو عرب کی ایک غریب بیوہ عورت کا بیٹا ہوں۔ جو غربت کی وجہ سے سوکھا ہوا باسی گوشت بھی استعمال کر لیا کرتی تھی۔ آپؐ ناپسند فرماتے تھے کہ کسریٰ و قیصر کی طرح آپؐ کے دربار میں کوئی شخص آپؐ کے سامنے کھڑا ہو۔

حضورؐ کے روزمرّہ کا پروگرام

پھر اکثر بادشاہ اپنے کام وزراء اور دوسرے امراء کے سپرد کر کے آپ عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمارے بادشاہ سارے کام خود کرتے ہیں۔ پانچوں نمازیں خود پڑھاتے ہیں۔ عیدین اور جمعے خود کرواتے ہیں۔ تمام لشکر خود روانہ کرتے ہیں۔ خود ہی افسر مقرر کرتے ہیں۔ پھر خود ہی ان کے جھنڈے اور علم اپنے ہاتھ سے باندھتے ہیں۔ سپاہیوں کا انتخاب، پھر ان کے لئے زادِ راہ اور ہتھیاروں کا انتظام خود کرتے ہیں۔ روانگی کے وقت دور تک ساتھ جاتے ہیں۔ افسروں اور ماتحتوں کو ہر قسم کی ہدایات خود دیتے ہیں۔ اکثر لڑائیوں میں خود شریک ہوتے ہیں اور فوج کو خود لڑواتے ہیں۔

یہاں تک کہ اِذْ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ کے مطابق ایک ایک سپاہی کی ڈیوٹی اور پہرہ خود مقرر کرتے ہیں۔ تمام مقدمات دیوانی اور فوجداری خود فیصلے کرتے ہیں۔ اگر رات کو شور سنتے ہیں۔ تو سب سے پہلے بھاگ کر وہاں پہنچتے ہیں۔ غریبوں، لونڈیوں اور غلاموں کے کام خود کرتے ہیں۔ تمام معاہدات خود مرتب کرتے ہیں۔ حج، عمرے، غزوے ان سب تقریبات میں خود شریک ہوتے ہیں۔ مرنے والوں کے جنازے خود پڑھاتے ہیں۔ قبرستان تک ساتھ جاتے ہیں۔ رعایا میں سے ایک غریب درزی، کدو گوشت پکا کر گھر پر بلاتا ہے تو اس کی دلجوئی کے لئے دعوت قبول کرتے ہیں۔

تیر اندازی کی مشق میں خود شریک ہوتے ہیں۔ خود اپنے سامنے فوجی گھوڑدوڑ کرواتے ہیں۔ گتکے اور نیزہ بازی کے مردانہ اور فوجی کرتب خود دیکھتے ہیں۔ بلکہ ڈر دور کرنے کے لئے بیویوں کو دکھاتے ہیں۔ رعایا میں سے کسی کو بیمار سنتے ہیں تو اس کے گھر بیمار پرسی کے لئے جاتے ہیں۔ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے گھر جا کر کان میں اذان اور تکبیر کہتے ہیں۔ لوگ اپنے بیمار لاتے ہیں تو دعا کرتے ہیں اور خود دوا تجویز کرتے ہیں۔ اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے ہیں۔ گھر میں جاتے ہیں تو کھانا تیار کرنے اور گھر کا کام کاج کرنے میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ غرض ہر وقت کام میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر کام بقایا میں نہیں رہتا۔ بلکہ روز کا روز صاف ہوتا رہتا ہے۔ کام میں اتنی مستعدی ہے کہ عصر کی نماز میں خیال آتا ہے کہ گھر میں سرکاری خزانہ کا کچھ سونا پڑا ہے جو ابھی غرباء میں تقسیم نہیں ہوا۔ تو سلام پھیر کر اتنی جلدی گھر واپس جاتے ہیں کہ حاضرین گھبرا جاتے ہیں۔ واپس آکر انہیں کہتے ہیں کہ خزانہ کا کچھ سونا غرباء میں تقسیم کیلئے تھا اور میں ڈرا کہ کہیں شام ہو جائے اور غرباء میں تقسیم نہ ہو سکے۔ پھر گھر پر کوئی دربان نہیں رکھا۔ بوڑھے، بچے، عورتیں مرد ہر وقت آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ اور سب سے ملتے ہیں اور سب کے کام سے فارغ ہو کر ان کو رخصت کرتے ہیں۔ جب کوئی ملتا ہے تو کبھی نہیں کہتے کہ جاؤ۔ بلکہ آنے والا خود اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے۔ پھر غرباء کی اپنے گھر ہمیشہ دعوتیں کرتے ہیں۔ اپنے خادم انس رضؓ اور اپنے ساتھی ابوہریرہ رضؓ کو اکثر کہتے ہیں کہ جاؤ غرباء کو بلا لاؤ۔ آج انہیں دودھ پلا دیں۔ آج حریرہ کھلا دیں۔ آج کھجوریں تحفہ میں آئی ہیں۔ ان کی دعوت کریں۔ پھر روزانہ اپنے گھر میں مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے دس پانچ نووارد مہمان ضیافت کیلئے لاتے ہیں اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں۔

آنحضرتؐ متاہل لوگوں کیلئے کامل نمونہ

پھر سلطنت کے کاموں کی وجہ سے اپنے خانگی فرائض کو ضائع نہیں کرتے۔ ایک وقت میں نو بیویاں ہیں۔ ہر گھر میں باری باری شب باش ہوتے، دن کو عصر کے بعد ہر گھر میں جاکر سلام کرتے، سودا سلف منگوانے کا انتظام کرتے۔ عزیز بیٹی فاطمہؓ کے گھر میں جاتے۔ اس سے ملتے۔ اس کے بچوں کو گلے سے لگاتے۔ پیار کرتے۔ رعایا میں سے ہر شخص سے اس طرح ملتے کہ وہ سمجھتا کہ شاید میں ہی سب سے افضل اور آپؐ کا محبوب ہوں۔ صبح سے عشاء کی نماز تک انفرادی اور قومی معاملات میں اس طرح مصروف رہتے کہ خود خدا نے فرمایا۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا۔ یعنی سارا دن تو کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں واپس آتے۔ تو چاہیئے تھا کہ تھکے ہارے آئے ہیں، ساری رات آرام کرتے۔ مگر ہائے نہیں۔ وہ بستر پر جاکر تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں اور جب ذرا تھکاوٹ دور ہوتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مصلے پر کھڑے اپنے خدا کے حضور رو رہے ہیں۔ بخاری میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنی اتنی دیر تہجد کی نماز میں کھڑے رہتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ دوست، احباب، بیوی بچے، سب روکتے، مگر آپؐ فرماتے۔ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ یعنی کیا میں اپنے مولیٰ، اپنے آقا کا شکرگذار بندہ نہ ہوں۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم۔

پھر لکھا ہے تہجد کی نماز میں آپؐ ایسی بے قراری سے روتے اور آپؐ کے سینے سے ایسی آواز آتی۔ جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے۔ لکھا ہے۔ کہ بعض دفعہ آپؐ نے تہجد کی نماز شروع کی اور فجر تک یہی آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

بیت المال کے متعلق حضورؐ کی احتیاط

پھر بادشاہوں میں یہ نقص ہوتا ہے۔ کہ سرکاری خزانہ کو اپنا ذاتی مال سمجھتے ہیں۔ مگر حضورؐ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ مالِ غنیمت کے ایک اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر آپؐ نے کچھ بال اکھیڑے اور لوگوں کو دکھا کر فرمایا۔ کہ میرے مقررہ حق کے علاوہ سرکاری خزانہ میں سے یہ بال لینے بھی مجھے جائز نہیں بلکہ مجھ پر حرام ہیں۔

حضور کا قومی کاموں میں بطور مزدور حصہ لینا

پھر قومی کاموں کی ترغیب کے لئے آپؐ ہر مشکل کام میں سب سے پہلے نمونہ بنتے۔ مسجد نبوی بننے لگی تو سب سے پہلے آپؐ نے اکیلے ہی پتھر ڈھونے شروع کر دیئے اور یہ دیکھ کر ایک انصاری شاعر چلایا۔

لَوْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ لَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

یعنی نبی اکیلا کام کرے اور ہم بیٹھیں رہیں۔ یہ تو نہایت ہی بری کاروائی ہوگی۔ اٹھو اور کام کرو۔

غزوہ احزاب کے موقعہ پر سخت سردیوں کے دنوں میں حضور خندق کھودنے میں شریک تھے۔ اور آپؐ کا سینہ مبارک مٹی سے بھرا ہوا تھا۔ کہ ایک صحابی آیا۔ اس نے حضور کو دکھایا کہ بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ آپؐ نے اس کی تسلی کے لئے اپنا پیٹ دکھایا۔ اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ کھودتے کھودتے سورج غروب ہوگیا کہ حضرت عمرؓ آئے اور کہنے لگے۔ حضورؐ جس جگہ ہم کام کر رہے تھے۔ وہاں کافروں نے ایسا زور کیا ہوا تھا کہ ہم بمشکل عصر کی نماز پڑھ سکے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اور یہاں تو اتنا زور تھا کہ ہم عصر کی نماز ابھی تک بھی نہیں پڑھ سکے۔ پھر انتظام ایسا کیا تو عرب میں ڈاکے پڑتے تھے یا مکّہ سے کوبت تک اور خیبر سے یمن تک ایک کمزور عورت ہتھیلی پر سونا لیکر چلتی تو کوئی پوچھنے والا تک نہ تھا۔ رعب ایسا کہ خود فرمایا۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ۔ یعنی خدا نے مجھے ایسا رعب دیا ہے کہ عرب سے ایک ایک ماہ کے فاصلہ پر رہنے والی حکومتیں عرب کی طرف آنکھ اٹھانیکی جرأت نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح اس زمانہ کے بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ نمود کیلئے کبھی خود جاتے ہیں اور کبھی اپنے شہزادوں کو میدانِ جنگ میں بھیجدیتے ہیں۔ جو محفوظ مقامات پر رہتے ہیں۔ صرف لوگوں کا دل بڑھانے کیلئے میدانِ جنگ میں جاتے ہیں۔ مگر ہمارا بادشاہ ہر جنگ میں پیش پیش رہتا تھا۔ حضرت علیؓ سا بہادر کہتا ہے کہ ہم جنگوں کی شدت سے بچنے کے لئے حضور کے پیچھے ہو جایا کرتے تھے۔ جنگِ حنین میں سب سے آگے بڑھے کہ ایک شخص نے سواری کی نچر کو روکا۔ فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر آگے بڑھ کر فرمایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

بدر کا واقعہ

جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ دشمن کے تین بہادر میدان میں آئے۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ قریش میں سے تین مسلمان مقابلہ کے لئے بھیجے جاویں۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ اور بیسیوں قریشی مسلمان موجود تھے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ قُمْ یَا عَلِی۔ قُمْ یَا حَمْزَہ۔ قُمْ یَا اَبَا عُبَیْدَہ یعنی آپ نے اپنے تین قریبی رشتہ داروں کو لڑنے مرنے کیلئے خونخوار درندوں میں بھیجدیا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

آنحضرتؐ مجردوں کیلئے کامل نمونہ

پھر اور آگے بڑھو۔ تو کتابِ حیات میں لکھا پاتے ہیں کہ آپ پچیس۲۵ سال یعنی جوانی بھر اور عرب کی آب وہوا کے لحاظ سے ادھیڑ عمر تک بالکل کنوارے اور مجرد رہے۔ مگر نہایت عفیف، نہایت پاکدامن کہ کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھنا حرام۔ جوانی ہے مگر دیوانی نہیں۔ قویٰ ہیں۔ مگر ان کا غلط استعمال نہیں۔ جذبات ہیں مگر بے طریقہ نہیں۔ غرض ہمارا ممدوح تمام کنواروں اور غیر شادی شدہ لوگوں کیلئے کامل نمونہ ہیں۔

آنحضرتؐ شادی شدہ کیلئے نمونہ

پھر آپ شادی کرتے ہیں۔ اور ایک نہیں متعدد۔ صرف بیوہ سے نہیں بلکہ کنواری اور بیوہ دونوں سے۔ کسی ایک عمر والی سے نہیں بلکہ نوجوان، جوان، ادھیڑ اور بوڑھی ہر قسم کی عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ اور شادی شدہ لوگوں کیلئے ایسے ایسے نمونے دکھاتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ لکھاہے۔ کہ آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت محبّت رکھتے تھے۔ سب سے شفقت سے پیش آتے تھے۔ کبھی آپؐ نے کسی بیوی کو تھپڑ تک نہیں مارا۔ کبھی کسی کو جھڑکا تک نہیں۔ سب آپؐ سے خوش تھیں بلکہ ان کو آپؐ سے اتنی محبت تھی کہ شوق سے پوچھتی تھیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد اگلے جہان میں حضورؐ سے سب سے پہلے کون ملے گی۔

آنحضرتؐ عورتوں کیلئے کامل نمونہ

آپ فرمایا کرتے تھے۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ ۔یعنی سب سے اچھا وہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے حضورؐ کی کسی بیوی پر کبھی اتنا رشک نہیں آیا۔ جتنا حضرت خدیجہؓ پر۔ حالانکہ میری شادی سے تین سال قبل وہ فوت ہو چکی تھیں۔ اور میں نے ان کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ صرف اس لئے کہ حضورؐ ان کی وفات کے بعد اکثر ان کی خوبیوں کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ عموماً مرد اپنی مرحومہ بیوی کی خوبیوں کا ذکر نئی بیویوں سے نہیں کرتے۔ پھر حضورؐ اگر ایک بکری ذبح کرتے تو اپنی مرحومہ بیوی کی سہیلیوں تک کو حصہ بھیجتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ حضورؐ گھر میں تشریف لاتے۔ تو نو عمری کی وجہ سے سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلتی ہوتی۔ حضورؐ کو دیکھ کر میری سہیلی لڑکیاں ادھر ادھر کونوں میں چھپ جاتیں آپؐ وہاں سے ان کو بلاتے اور کہتے کہ عائشہ کے ساتھ کھیلو۔

سفروں میں بھی حضورؐ بیویوں کو لے جاتے اور ہر وقت ان کی دلجوئی فرماتے۔ لکھا ہے کہ گھر کے کام کاج میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔

یہود اور ہنود میں حائضہ بیوی باورچی خانے میں نہیں جا سکتی۔ خاوند کے ساتھ لیٹ نہیں سکتی۔ بلکہ الگ رہتی ہے۔ آپؐ نے یہ ناقدری اور ذلت دور کی۔ حضورؐ ایسی حالت میں ساتھ سوتے۔ گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔ ساتھ کھانا کھاتے۔ ایک برتن سے پانی پیتے۔ اسی طرح اسلام سے پہلے بیویاں خاوند کے مال کی وارث نہ ہوتی تھیں۔ حضورؐ نے عورتوں کو بھی اس حق سے مشرف فرمایا۔ جسے دیکھ کر آج تحریک ہو رہی ہے کہ ہندو بیوہ بھی خاوند کی وارث ہوا کرے۔ وفات کے وقت فرمایا اِنَّ اَھَمَّ شَیْءٍ عِنْدِیْ اَمْرُکُنَّ" یعنی مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے کہ تمہاری خدمت کون کرے گا۔"

پھر فرمایا۔ وَلَنْ یَّصْبِرَ عَلَیْکُنَّ اِلَّا الصِّدِّیْقُوْنَ یعنی تمہاری خدمت میرے بعد میرے سچے تابعدار اور پکے مومن ضرور کریں گے۔ غرض آپؐ نے ایک شادی شدہ شخص کے لئے وہ رافت اور حسن سلوک کا نمونہ قائم کیا ہے کہ جس کی نظیر نہیں۔ آپؐ کو تو دلجوئی یہاں تک منظور تھی۔ کہ آپ نے ایک دفعہ شہد کا شربت جو آپؐ کو بہت مرغوب تھا، پیا۔

کہ ایک بیوی نے یونہی کہہ دیا۔ کہ آپؐ کے منہ سے بُو آتی ہے۔ فرمانے لگے آئندہ میں کبھی شہد کا شربت نہیں پیوں گا۔

صاحبِ اولاد کیلئے کامل نمونہ

پھر آپ کی کتاب حیات میں لکھا ہے۔ کہ آپؐ صاحب اولاد تھے۔ زینبؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ آپؐ کی بیٹیاں اور طیب و طاہر۔ قاسم اور ابراہیم آپؐ کے صاحبزادے تھے۔ آپؐ نے بچوں کی جو تربیت و نگرانی، شفقت اور ان کی صحت جسمانی و روحانی کا خیال رکھا ہے۔ وہ ایک ایسا تفصیلی پروگرام اور ایسا کامل ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اولاد کبھی نہ بگڑے۔ اور والدین کیلئے قرۃ العین ہو۔ چنانچہ نمونہ دیکھ لو کہ آپؐ کی سب سے پیاری بیٹیؓ فاطمہ تھیں۔ باوجود اتنے لاڈ اور پیار کے آپؐ کی تربیت سے ایسی نکلیں سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کا خطاب پایا۔ اور دنیا کی ساری عورتوں سے بڑھ گئیں۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ سیر کی کتب سے تمام حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

اولاد فوت ہونے پر صبر کا کامل نمونہ

پھر آپؐ کی بہت سی اولاد آپؐ کے سامنے فوت ہوگئی۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی۔ اور آپؐ اس شخص کیلئے جسے مسیحؑ بھی جواب دے چکے تھے، کامل نمونہ ہیں۔ آپؐ اس مصیبت زدہ کو جس کی اولاد مر جاتی ہے۔ جوان جوان بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ بُلا کر کہتے ہیں۔ کہ آ میں تیرا ہاتھ پکڑتا ہوں۔ اور آ کہ میں تیرا رہبر بن سکتا ہوں۔ اور آ کہ میں بھی تیرے جیسی مصیبت برداشت کر چکا ہوں۔ میری اکثر جوان جوان بیٹیاں میری آنکھوں کے سامنے فوت ہو چکی ہیں تمام لڑکے میری آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے اجل کا شکار ہو چکے ہیں۔ مگر دیکھ میرا دل غمگین، میری آنکھیں تر۔ مگر میری زبان اپنے مولٰے کی حمد سے معمور ہے۔ اور آ میری طرح اقرار کر کہ لَہٗ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی یعنی جس نے اولاد دی اسی نے واپس بلالی ہے اور آ میری طرح اقرار کر کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنی بے شک یہ اولاد ہم سے پہلے خدا کے حضور چلی گئی ہے اور ہم کو داغ مفارقت دے گئی ہے۔ مگر

چند دنوں تک ہم بھی ان سے ملنے والے ہیں۔ اسلئے چند روزہ جدائی کے بعد پھر ہمارے بچھڑے ہوئے ہم سے مل لینگے۔ اور تھوڑے سے وقفہ سے آگے پیچھے جانے والے آپس میں ملاقات کرکے دائمی وصل کا شربت پئیں گے۔ پس کیا ہی عجیب نمونہ ہے۔ جو اولاد کی وفات پر حضورؐ نے دکھایا۔ لکھاہے کہ حضورؐ اپنی ایک جوان بیٹی کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں۔ کسی نے کہا۔ کہ حضور نبی ہوکر یہ غم؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہ جذبہ تو رحمت وشفقت ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

آنحضرتؐ کے اکلوتے بیٹے کی وفات

آپ کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہونے لگتاہے۔ جوکہ آپ کا اکلوتا بیٹاہے۔ عین نزع کی حالت میں آپ کی گود میں دیا جاتاہے۔ آپؐ کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے تعجب کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ عوف کے بیٹے! یہ تو رحمت و رافت ہے اور فرمایا۔[1]
اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔
یاد رکھو۔ صبر کا جو کامل نمونہ حضور علیہ السلام نے دکھایا۔ وہ ان تمام لوگوں کیلئے نمونہ ہے۔ جن کے لخت جگر خدا کی مصلحت کے تحت ان سے جدا کرلئے جاتے ہیں۔

بطور جرنیل اور فاتح کے کامل نمونہ

پھر آپ نے جنگیں کیں۔ اکثر فاتح ہوئے۔ کبھی فوج کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ تینوں حالتوں میں آپؐ نے وہ نمونہ دکھایا۔ جو ایک جنگجو، ایک فاتح اور ایک شکست خوردہ کیلئے کامل نمونہ ہے۔ آپؐ جنگ کرتے تو سخت حکم تھا۔ کہ کوئی عورت نہ ماری جائے بچے نہ مارے جائیں۔ بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے۔ درویشوں، راہبوں، تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ دیکھو! کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے۔ دیکھو! نہ جانور قتل کرنا۔ نہ درخت کاٹنا۔ یاد رکھو! اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک، کان نہ کاٹنا۔ جنگ احد میں جبکہ کفار نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ دیئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے واجب العزت چچا حمزہؓ کے ناک کان کاٹے گئے۔ پیٹ پھاڑ کر جگر

---

[1] ترجمہ:۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ اور دل غمگین ہے۔ اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

نکال کر چبایا گیا۔ اور آپؐ کو سخت رنج پہنچایا گیا۔ مگر باوجود اس کے فرمایا۔ کہ خبردار مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

جنگجو اور پھر ایسا رحیم؟ پھر فاتح ہو کر آپؐ اعلان فرماتے تھے۔ دیکھو کسی زخمی کو قتل نہ کرنا۔ کسی بھاگنے والے کے پیچھے زیادہ تعاقب نہ کرو۔ بھاگتا ہے تو بھاگنے دو۔ جنگ بدر میں ستّر کافر قید ہو کر مدینہ لائے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ان سے حسن سلوک کرنا۔ وہ قیدی خود کہتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم۔ مسلمان خود پیدل چلتے۔ ہمیں سوار کرتے۔ آپ بھوکے رہتے۔ ہمیں کھانا کھلاتے۔ آپ پیاسے رہتے۔ ہمیں پانی پلاتے۔ بتاؤ دنیا کے لوگو! تم نے ایسا فاتح کبھی دیکھا ہے؟ پھر اُحد میں ایک حد تک اور حنین میں ایک وقت تک مسلمان مغلوب رہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دیکھو۔ کہ صحابہؓ کے پَیر اکھڑ جاتے ہیں۔ مگر آپؐ میدان میں رہتے ہیں۔ حالانکہ شکست کے وقت جرنیل اور بادشاہ عموماً اپنے باڈی گارڈ کیسا تھ پہلے سے روانگی کا انتظام کرتے ہیں۔ سب سے مشہور بادشاہ نپولین نے واٹرلو کے میدان میں ایسا ہی کیا تھا۔ مگر حضورؐ خود کھڑے رہے۔ فوج بھاگ گئی سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

بطور کنبہ والے کے کامل نمونہ

پھر آپ کنبہ والے ہیں۔ تمام کنبہ آپؐ سے خوش ہے۔ سب کی خبر گیری کرتے ہیں۔ خاندان کے کافر اور فاسق لوگوں کے متعلق فرمایا۔ اِنَّمَا اٰلُ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَاءَ وَلٰکِنْ لَّھُمْ رَحِمٌ سَاَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا۔ یعنی میرے خاندان کے فلاں فلاں لوگوں سے کفر و نفاق کی وجہ سے میرا کوئی قلبی تعلق نہیں۔ مگر ہاں وہ میرے رشتہ دار ہیں۔ وہ حق میں ان کا ضرور ادا کرتا رہوں گا۔

بطور دوست کے کامل نمونہ

پھر اور سنیئے! آپؐ کے دوست بھی ہیں۔ مگر سبحان اللہ کیسا اعلیٰ نمونہ آپؐ نے دوستی کا دکھایا۔ کہ کوئی دوست آپؐ کا شاکی نہیں۔ وفاداری ایسی کہ مرتے دم تک

تعلق نبھایا۔ مدینہ میں آپؐ کے دوستوں کی عورتوں اور بچوں کا ایک گروہ ایک شادی سے واپس آرہا تھا۔ آپ بے اختیار ہوکر ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

" اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ " یعنی خدا کی قسم تم لوگ تو مجھے سب سے پیارے ہو۔ دوستوں سے وفاداری ایسی کہ فتح مکہّ کے بعد انصار کو خیال پیدا ہؤا۔ کہ شاید آپؐ ہمیں چھوڑ کر مکہّ میں رہ پڑیں۔ فرمایا۔ اب تو مرنا، جینا تمہیں میں ہے۔

اپنی وفات کے اعلان کے وقت فرمایا۔ میرے بعد جو خلیفہ ہو۔ اُسے میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کا خیال رکھے۔ کیوں کہ وہ میرے دلی دوست ہیں۔ پھر آپؐ کے دشمن بھی تھے۔ اور دشمن بھی ایسے۔ کہ خون کے پیاسے۔ سبحان اللہ! آپ کے عدل کے مدّاح، آپؐ کی امانت کے قائل، آپ کی خوبیوں کے مقر۔ دشمن تو ہیں۔ مگر آپؐ میں کوئی عیب نہیں نکالتے۔ صرف دعویٰ نبوّت کی وجہ سے یہ سب ناراضگی ہے۔ کسی دشمن کو یہ ڈر نہیں۔ کہ آپؐ قابو پاکر کوئی ناجائز کاروائی کریں گے۔ ہرقل جب ابوسفیان سے جو ابوجہل کے مرنے کے بعد مکہّ کے کفار کا سردار ہے پوچھتا ہے کہ محمد صلعم نے کبھی جھوٹ بولا۔ کبھی معاہدہ شکنی کی، تو اسے بھی مجبوراً یہی کہنا پڑا کہ کبھی نہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

انکسار کا کامل نمونہ

پھر اور سُنیئے! آپ ایک زمانہ میں کس مپرس تھے۔ پھر مشہور ہوگئے۔ خدا بھی فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اکیلے تھے۔ لاکھوں آدمیوں کا مجمع آپ کے ساتھ ہوگیا۔ صرف ابوبکرؓ کو لے کر مکہّ سے نکلے تھے مگر آٹھ سال کے بعد دس ہزار قدوسیوں کے جھرمٹ میں مکہّ میں داخل ہوئے۔ مگر ہر موقع پر اچھا نمونہ ہی اختیار فرمایا۔

اکیلے تھے تو کسی سے دبے نہیں۔ حق کا اظہار کیا۔ لاکھوں ساتھی مل گئے تو کسی پر بے جا دباؤ نہ ڈالا۔ گمنام تھے تو ذلیل نہ تھے۔ مشہور ہوئے تو متکبّر نہ ہوئے۔ غرض ان تمام باتوں میں حضور نے دنیا کیلئے کامل نمونہ پیش کیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

بطور قیدی آپؐ کامل نمونہ

پھر آپ قید بھی ہوئے۔ تین سال تک شعب ابیطالب میں قید رہے۔
حضرت یوسفؑ بھی قید ہوئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ قید کرنے والوں کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ مگر حضورؐ کو ظالموں نے اس طرح قید کیا۔ کہ خود کھانا دینا تو کجا۔ پہنچنے بھی نہ دیتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ رات کے وقت بنو ہاشم کے معصوم بچوں کے بھوک کے مارے رونے کی آوازیں سارا مکہ سنتا تھا۔ مگر سبحان اللہ! صبر ہو تو ایسا۔ قید رہے۔ مگر حق کو نہ چھوڑا۔ مصیبتیں برداشت کیں۔ مگر سچائی سے منہ نہ موڑا۔ اور تین سال تک قید رہے۔ مگر دینِ حق کو پیش کرنے میں قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ رات کو بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ والے درندے بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے اپنا بائیکاٹ توڑ دیا۔ اور حضورؐ اور آپؐ کے کنبہ کے لوگ آزاد ہو گئے

زندگی کی تمام منزلوں میں کامل نمونہ

پھر آپ نے بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپا تمام عمریں پائیں اور سب کے مناسب فرائض آپؐ نے ادا کئے۔ بچپن ہے مگر آوارگی نہیں۔ جوانی ہے مگر ولولائی نہیں۔ ادھیڑ عمر ہے مگر کسل نہیں۔ بڑھاپا ہے مگر حق کے پہنچانے میں ضعف نہیں۔ نمازِ تہجد میں کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ غرض عمر کے تمام دور نہایت عمدگی سے گذارے اور بچوں، جوانوں، ادھیڑ عمر والوں اور بوڑھوں کیلئے آپؐ کا نمونہ کامل نمونہ ہے۔
آپ ہمسایہ بھی رہے۔ مگر کیا مجال کہ کسی ہمسایہ کو آپؐ سے شکایت ہو۔ بیویوں کو کہتے کہ ترکاری اور سالن میں پانی ذرا زیادہ ڈالا کرو۔ تاکہ ہمسائیوں کو حصہ بھیجا جا سکے۔ دعوتوں میں ہمسائیوں کو مقدم فرماتے۔ انسؓ کو فرماتے۔ جا۔ پاس والوں کو بُلا لا۔ پھر آپ کے نوکر چاکر، لونڈی اور غلام بھی تھے۔ انسؓ کہتا ہے۔ میں دس برس کا تھا۔ کہ آپؐ کی خدمت کے لئے مقرر ہوا، آپؐ کی وفات تک کہ دس برس کا عرصہ گذرتا ہے۔ خدمت کرتا رہا۔ کبھی آپؐ نے مجھے اُف تک نہیں کہا۔ آپؐ مجھے کام کیلئے بھیجتے۔ میں رستہ میں بچوں سے کھیلنے لگتا۔ دیر کے بعد آپؐ خود

آتے اور پیچھے سے آکر بے تکلفی سے میرا کان یا سر پکڑ لیتے۔ میں کہتا کہ اچھا حضور ابھی جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ وَ اللّٰہِ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ خَادِمًا۔ یعنی خدا کی قسم حضرت نے کبھی کسی ملازم کو نہیں مارا۔

غلاموں سے سلوک

غلاموں سے ایسی شفقت کہ زید بن حارثہ نام غلام آپ کو حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ آپؐ نے اس سے ایسا حُسنِ سلوک کیا کہ اس کے باپ اور بھائی مکہ میں آئے اور کہا کہ حضورؐ یہ ہمارا لڑکا فلاں جنگ میں غلام بن کر حضور کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اسے ہمیں دے دیں۔ آپؐ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ مگر دیکھو آپؐ کے حسنِ سلوک کا اثر کہ زید نے کہا۔ کہ مجھے اس شخص کی غلامی منظور ہے۔ مگر آزاد ہو کر اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ اپنے قبیلہ میں جانا منظور نہیں۔ اس سے بڑھ کر غلاموں سے حسنِ سلوک کی کیا مثال اور نمونہ ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

آپؐ کی مظلومیّت

اب میں ایک آخری بات لکھ کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ حضورؐ تیرہ برس تک مکہ میں اور آٹھ برس تک مدینہ میں کفارِ عرب کے ظلموں کا تختۂ مشق بنے رہے۔ انہوں نے آپؐ کو وطن سے بے وطن کیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مارا، پیٹا، زخمی کیا۔ قتل کے درپے ہوئے، قید میں رکھا۔ طائف کے لفنگوں نے پتھر مارتے، گالیاں دیتے، اوباشوں اور کتوں کو پیچھے بھگاتے ہوئے گیارہ میل تک حضورؐ کا تعاقب کیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں کہ پیٹھ پر اونٹ کی اوجھڑی گندگی سمیت لا کر رکھ دی۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کیلئے آتے ہیں کہ گلے میں پٹکا ڈال کر گلا گھونٹنے لگے۔ جنگِ اُحد میں آپؐ کو زخمی کیا۔ ہجرت کے موقعہ پر جو آپؐ کو زندہ یا مردہ لاوے۔ اس کے لئے سَو اونٹ کا انعام مقرر کر کے آپ کو اشتہاری مجرم قرار دیا۔ آپ کے ساتھیوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ آپ پر ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو مار مار کر اندھا کر دیا۔ ظالموں نے مسلمانوں کا ایک پاؤں ایک اونٹ سے اور

دوسرا دوسرے سے باندھ کر دونوں کو چلا کر جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عفیفہ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر شہید کیا گیا۔ مدینہ پر متواتر چڑھ کر آئے۔ آپ کی جوان صاحبزادی کو اس قدر پتھر مارے کہ اسقاط ہوگیا اور اسی میں وہ فوت ہوگئیں۔

آپؐ کے عفو کا کامل نمونہ

اس تمام ظلموں کے بعد جب مکہ فتح ہوتا ہے اور خدا کا نبی دس ہزار قدوسیوں کے جمگھٹے میں اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ کے مطابق مکہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور دوسرے روز سب مکہ والوں کو صحنِ کعبہ میں جمع کیا جاتا ہے۔ تو بتاؤ کہ نرم سے نرم دل کیا سزا تجویز کرے گا؟

کیا مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا حضورؐ کی ہتک کا کوئی بدلہ نہیں؟ کیا زینب کا اسقاطِ حمل بے انتقام جائے گا؟ کیا سمیہؓ مرحومہ کی دردناک موت اور خبیبؓ کا خوفناک قتل ضائع جائے گا۔ کیا مدینہ پر چڑھائیاں اور بدر، اُحد اور خندق میں مسلمانوں کا قتل ہونا کوئی رنگ نہ لائیگا؟ کیوں نہیں لائیگا اور ضرور لائیگا۔ اور میری طبیعت تو ایک منٹ کیلئے بھی تسلیم نہیں کرسکتی۔ کہ مکہ والوں کو معاف کیا جائیگا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ میں تو منتظر ہوں کہ ابھی تیر و تلوار کے چلنے، مکانوں کے گرنے، درختوں کے کاٹے جانے، خندقیں کھود کھود کر مکہ کے ظالم درندوں کے زندہ جلائے جانے اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے جانے کی پے در پے آوازیں آئیں گی اور مسلمانوں کا لشکر مکہ سے تب واپس جائے گا جب لوگ کہیں گے۔ کہ مکہ بھی ایک بستی ہوتی تھی۔ مگر اب نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں۔ میری عقل کام نہیں کرتی میں سمجھتا ہوں کہ بیداری نہیں بلکہ خواب ہے۔ کیونکہ چاروں طرف مکہ کے باشندوں کو خوشی سے اچھلتے، کودتے گھروں کی طرف جاتے دیکھتا ہوں، جو پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ سب سے رحیم خدا کے سب سے رحیم بندےؐ نے ہم سب کو جمع کر کے صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ " اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ یعنی جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور میں تمہیں تمہارے کسی فعل پر ملامت بھی نہیں کرتا۔

دنیا کے لوگو! بتاؤ کہ اس کا کوئی نمونہ ہے؟ حکومت کے نمائندو! نام لو کسی

بادشاہ کا جس نے یہ نمونہ دکھایا ہو۔

آنحضرتؐ اور حضرت یوسفؑ کے عفو کا مقابلہ

بے شک حضرت یوسفؑ نے اپنے قصور واروں کو معاف کیا۔ مگر کس کو؟ اپنے سگے بھائیوں کو۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شک اپنی برادری کے لوگوں کو معاف کیا۔ مگر وہ سگے نہ تھے۔ پھر یوسف علیہ السلام کے ماں باپ زندہ تھے۔ اگر یوسفؑ اپنے بھائیوں کو معاف نہ کرتا تو کیا کرتا۔ کیا بھائیوں کو سزا دیکر ماں باپ کو زندہ درگور کر دیتا؟ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر سزا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔

پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ عمداً خشک کنوئیں میں ڈال دیا۔ تاکہ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ یعنی کوئی مسافر اسے لے جائے۔ مگر آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو اپنی طرف سے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ پھر یوسفؑ کے بھائی گھر سے نکال کر خاموش ہو گئے۔ مگر مکہ کے کافروں نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا۔ بلکہ بدرؔ، اُحدؔ اور خندقؔ غرض ہر موقع پر آپؐ کو تباہ کرنے کی نیت سے حملہ آور ہوئے۔ اس لئے میرے آقاؐ کا اپنی قوم کو معاف کرنا یوسفؑ کے معاف کرنے سے ہزار درجہ، لاکھ درجہ، کروڑوں درجہ بلکہ بے انتہا درجہ بڑھ کر ہے آپ اس عورت کو بھی معاف کر دیتے ہیں جس نے آپ کے چچا کا کلیجہ چبایا تھا۔ آپؐ اس وحشی کو بھی معاف کر دیتے ہیں جس نے چھپ کر آپکے چچا کو قتل کیا تھا۔ آپؐ اسے بھی معاف کر دیتے ہیں جو اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کا جانی دشمن یعنی ابوجہل کا بیٹا عکرمہ تھا۔ یہ ہے عفو کی بہترین مثال اور اسے کہتے ہیں قابو پاکر معاف کرنا۔ اور یہ ہے میرے آقا و مولیٰ اور سیّد کا بے نظیر نمونہ۔ فداہ ابی و امی۔

اور چونکہ ہر امر میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں۔ اور کوئی انسانی حالت ایسی نہیں جس میں آپؐ نمونہ نہ ہوں۔ اسی لئے اس وقت آسمان کے نیچے ساری دنیا کیلئے آپؐ کے سوا کوئی شخص ہمارے لئے کامل نمونہ نہیں ہو سکتا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

خاکسار: سیّد محمد اسحاق